پروفیسر علی محسن صدیقی

عبدالرحمٰن ابن الجوزی

ابن الجوزی بڑے جامع الصفات بزرگ تھے۔ انھوں نے ڈھائی سو سے زیادہ تصانیف چھوڑی ہیں یہ کتابیں بارہ سے زیادہ فنون پر مشتمل ہیں۔ وہ صرف ایک کثیر التصانیف شخص ہی نہ تھے، بلکہ کثیر الاشغال بھی تھے۔ مصنّف ہونے کے علاوہ وہ ایک اچھے شاعر، ایک خوش بیان واعظ، ایک بذلہ سنج جنگ، اور ایک کہنہ مشق مدرس بھی تھے۔ اللہ نے انھیں طویل زندگی عطا کی اور نواسی سال کی عمر میں انھوں نے انتقال کیا۔ مگر اس طویل مدت میں ان کی زندگی کتنے ہی نشیب و فراز سے گزری۔ ان کے ابتدائی سال یتیمی کے صدمے سے نڈھال رہے اور آخری سال اسیری کی کلفتوں سے فگار۔ مگر انھوں نے کسی حال میں بھی اپنی زندگی کے اولین مقصد یعنی تصنیف و تالیف کو نظرانداز نہ کیا اور بڑے انہماک سے اس میں مصروف رہے۔

ابن الجوزی کے حالاتِ زندگی معاصر اور متأخر تذکروں میں کثرت سے ملتے ہیں، مگر ان کے مستند ترین حالات ان کے نواسے یوسف بن قزاوغلی نے اپنی نادر کتاب "مرأۃ الزمان فی تاریخ الاعیان" میں لکھے ہیں۔ شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قزاوغلی، ابن الجوزی کی بیٹی رابعہ کے بطن سے بغداد میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد ترکی النسل تھے۔ وہ نانا کی آغوشِ تربیت میں پلے اور انہی کے تعلق سے سبط ابن الجوزی کے نام سے مشہور ہوئے۔ علوم حدیث و فقہ کی تحصیل کی اور نانا کی طرح مجالسِ درس و وعظ کے صدر نشین ہوئے۔ مرأۃ الزمان ان کی اہم تالیف ہے، جو چالیس جلدوں میں لکھی گئی تھی، لیکن بعد میں اسے مختصر کر کے آٹھ جلدات میں محصور کیا گیا۔ سبط ابن الجوزی نے اس کتاب میں ابتدائے آفرینش سے اپنے عہد تک کی تاریخ قلمبند کی ہے۔ اس کے متعدد ذیول بھی لکھے گئے ہیں[1]۔ ہم ذیل میں ابن الجوزی کے حالات زندگی

---

[1] سبط ابن الجوزی، مرأۃ الزمان فی تاریخ الاعیان، دائرۃ المعارف حیدرآباد، دکن۔ ۱۹۵۲ – ج ۸، ق ۱

ان کے نواسے سبط ابن الجوزی کے حوالے سے درج کرتے ہیں۔

تاریخ ولادت اور خاندانی حالات

ابن الجوزی بغداد کے محلہ "دراب حبیب" میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی صحیح تاریخ ولادت کا تعین نہیں ہو سکا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے مستند روایت سبط ابن الجوزی کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے نانا سے کئی بار ان کی تاریخ ولادت کے بارے میں دریافت کیا، مگر ہر بار وہ یہی جواب دیتے کہ مجھے اس کی تحقیق نہیں ہے (ما احققہ) مگر میری تاریخ ولادت تقریباً ۵۱۰ھ ہو گی[۲]۔ ان کے اس بیان کے مطابق ان کی تاریخ ولادت ۵۱۰ھ قرار دی جا سکتی ہے۔

ابن الجوزی کا نام عبدالرحمٰن، کنیت ابوالفرج اور لقب جمال الدین تھا۔ والد کا نام محمد تھا۔ نسبی سلسلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے۔ ان کا خاندان جوزی اس لیے کہلاتا تھا کہ ان کے اجداد میں سے ایک صاحب جن کا نام جعفر تھا، بصرہ کے ایک دریائی گھاٹ جس کا نام جوزہ تھا، کی جانب منسوب تھے۔ اس کے بعد یہ سارا خاندان اسی نسبت سے مشہور ہوا۔ ابن الجوزی ابھی تین سال ہی کے تھے کہ والد نے انتقال کیا اور ان کا کوئی مادی سہارا نہ رہا۔ اس موقع پر ان کی پھوپھی نے جو نہایت دیندار اور متمول خاتون تھیں، اس دُرِ یتیم کی پرورش کا بار اٹھایا۔ ان کی پھوپھی کے سسرالی اعزہ نحاس (تانبے) کا کاروبار کرتے تھے اس لیے بعض لوگوں نے ابن الجوزی کو الصفار (ٹھٹھیرا) بھی لکھا ہے۔ حالانکہ یہ پیشہ ان کے آباؤ اجداد کا نہ تھا۔

تعلیم اور اساتذہ

جب وہ بڑے ہوئے، تو پھوپھی انھیں ابوالفضل بن ناصر کی مسجد میں لے گئیں۔ یہاں انھوں نے ابوالفضل بن ناصر سے قرآن، حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ فقہ کی تحصیل ابوبکر دینوری اور ابن الفراء حنبلی سے کی۔ ابوالقاسم علوی سے فن وعظ اور ابومنصور ابن جوالیقی سے علم لغت سیکھا۔ حصول علم کے شوق میں انھوں نے ہر عالم کے آستانے پر حاضری دی اور اس عہد کے بغداد کے سرآمد روزگار علما کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ان کے شیوخ کی تعداد ایک عام اندازے کے مطابق اسی سے زیادہ ہے۔ جن کا ذکر انھوں نے اپنی کتاب المشیخہ میں کیا ہے۔ ابن الجوزی

---

۲ مرآۃ الزمان، ج ۸، ق ۲، ص ۴۸۲

کے اساتذہ میں ابوالفضل ابن ناصر، ابوبکر دینوری، ابن الفراء حنبلی، ابوالقاسم علوی اور ابو المنصور جوالیقی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ابوالفضل محمد بن ناصر فارسی الاصل تھے ۴۶۷ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ محدث حافظ اور فقیہ تھے۔ ابن الجوزی کے اکابر شیوخ میں تھے۔ وہ ان کی ثقاہت کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ گیارہ سال کی عمر میں ابن الجوزی نے ان سے حدیث کی تعلیم شروع کی۔ ابوالفضل نے ۵۵۰ھ میں وفات پائی[۳]

ابوبکر دینوری محدث و فقیہ تھے۔ علم مناظرہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ۵۳۲ھ میں انتقال کیا۔ مقبرۂ امام احمد کے قریب دفن کیے گئے[۴]

محمد بن محمد بن فراء حنبلی ۴۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔ محدث، فقیہ اور زاہد تھے۔ پیر کے دن ۱۹ ار صفر ۵۲۶ھ کو وفات پائی اور اپنے گھر ہی میں جو محلہ باب الازج میں تھا سپرد خاک کیے گئے[۵]

ابوالقاسم علی بن یعلی العلوی الہروی محدث اور واعظ تھے۔ نیشاپور کے عوام و خواص میں بہت مقبول تھے۔ وہ بغداد آئے اور یہاں وعظ کہے۔ ان مواعظ کی بڑی پذیرائی ہوئی۔ جب یہاں سے رخصت ہوئے تو اہلِ شہر دور تک ساتھ گئے۔ ابن الجوزی اس وقت کم سن تھے۔ وہ ابوالقاسم کے وعظ میں شریک ہوتے۔ پھر ان سے ان کی قیام گاہ پر ملے، فنِ وعظ سے متعلق بات چیت کی، اور ان سے یہ فن سیکھا۔ ابوالقاسم نے ۵۳۰ھ میں مرو میں وفات پائی[۶]

ابوالمنصور جوالیقی، موہوب بن احمد ۴۶۵ھ میں پیدا ہوئے۔ بغداد کے محلہ باب المراتب میں نشوونما پائی۔ حدیث و لغت کے ماہر تھے۔ نظامیہ میں عربی ادب کے استاد تھے۔ خلیفۂ وقت نے بھی ان سے بعض کتابیں پڑھی تھیں۔ متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ جب کسی مسئلہ پر بات چیت ہوتی تو کافی غور و فکر کے بعد بولتے، اور جوابات نہ جانتے اس سے اپنی ناواقفیت کے اظہار میں جھجک نہ محسوس کرتے۔ ابن الجوزی نے ان سے حدیث اور غریب الحدیث سماعت کی۔ اور ان کی تصانیف بالخصوص المعرب کا ان سے درس لیا۔ فنِ لغت بھی انہی سے سیکھا۔ یوم یکشنبہ

---

[۳] مرآۃ - ج ۸، ق ۱، ص ۲۲۶ [۴] ابن الجوزی - المنتظم فی تاریخ الملوک والامم - ج ۱۰، ص ۷۸

[۵] المنتظم - ج ۱۰، ص ۳۴

[۶] المنتظم - ج ۱۰، ص ۳۲

۱۵ محرم ۵۹۷ھ کو وفات پائی۔[۷]

تحصیلِ علم سے فارغ ہونے کے بعد ابن الجوزی نے درس و تدریس، وعظ و تذکیر اور تصنیف و تالیف میں زندگی گزاری۔ وہ اخیر عمر میں منبر پر کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنی ان دو انگلیوں سے دو ہزار اجزا لکھے ہیں۔ میرے ہاتھ پر ایک لاکھ مسلمان تائب ہوئے ہیں اور ایک ہزار یہود و نصاریٰ نے اسلام قبول کیا ہے۔[۸] یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میں نے جن قلموں سے حدیث لکھی ہے، ان کا تراشہ میرے حجرے میں جمع ہے، مرنے کے بعد مجھ کو نہلائیں تو غسل کے لیے اس تراشے سے پانی گرم کریں۔ چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق عمل کیا گیا اور پانی گرم ہو کر کچھ تراشہ بچ رہا۔[۹]

وعظ و خطابت اور درس و تدریس

واعظ کی حیثیت سے ابن الجوزی کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ ان کے وعظ کی محفلوں میں حاضرین کی تعداد کم سے کم دس ہزار ہوتی تھی۔ اور کبھی کبھی یہ تعداد ایک لاکھ تک پہنچ جاتی تھی۔ اور عوام الناس ہی نہیں، بلکہ اعیانِ دولت، وزرا اور علما بھی ان محافل میں شرکت کرتے تھے۔ اکثر موقعوں پر خود خلیفۂ وقت بھی سامعین کے حلقے میں ہوتا تھا۔ ابن الجوزی کے وعظ بغداد کی تمام قابلِ ذکر مساجد میں ہوتے تھے، مگر بعض مساجد مختلف اوقات میں ان کے مواعظ کے لیے مخصوص رہی ہیں۔ وعظ کے علاوہ دوسرا مشغلہ ان کا درس و تدریس تھا۔ نہ صرف یہ کہ بغداد کے عام مدارس میں ان کے حلقہ ہائے درس بپا ہوتے تھے، بلکہ بعض مدارس خاص انہی کے درس کی غرض سے قائم کیے گئے تھے۔ چنانچہ ۵۷۱ھ میں خلیفہ مستضی باللہ کے عہد میں محلہ "دار الروایتی" میں ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ اس کے اخراجات کے لیے جائیداد وقف کی گئی اور اس کی تدریس و نگرانی کے کام ابن الجوزی کے سپرد کیے گئے۔ اسی طرح ۵۸۰ھ میں شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے قائم کردہ مدرسہ کو ان کے پوتے عبد السلام سے لے کر ابن الجوزی کی تحویل میں دے دیا گیا۔ اور انھوں نے یہاں درس دینا شروع کیا۔[۱۰] بغداد کے محلہ "باب الازج" کے مدرسہ میں جب انھیں

---

[۷] المنتظم، ج ۱۰، ص ۲۸۱ [۸] مرآۃ الزمان، ج ۸، ق ۲، ص ۴۸۱ و ۴۸۲ [۹] مولانا الطاف حسین حالی حیاتِ سعدی، مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۱ء، ص ۱۸ [۱۰] مرآۃ، ج ۸، ق ۱، ص ۲۱۵

مدرس مقرر کیا گیا تو بڑا اہتمام کیا گیا۔ قاضی القضاۃ، صاحب الباب اور دوسرے امراد عمائد کے علاوہ پچاس ہزار کے مجمع میں انھوں نے درس کا آغاز کیا[۱۱]۔ ایک مدرس کی حیثیت سے ابن الجوزی کو جو شہرت حاصل ہوئی، اس کا دائرہ بڑا وسیع تھا اور بغداد کے علاوہ باہر سے بھی طلبہ ان سے درس لینے آتے تھے۔ فارسی زبان کے مشہور شاعر اور نثار شیخ سعدی نے ان سے بغداد میں رہ کر علم حاصل کیا۔ چنانچہ انھوں نے گلستان اور بوستان میں اس تلمذ کا ذکر کیا ہے[۱۲]۔ ابن الجوزی نے درس وتدریس کا یہ شغل چالیس سال سے زیادہ مدت تک جاری رکھا[۱۳]۔

ایک واعظ اور مقرر کی حیثیت سے ان کی خوش بیانی اور شیریں مقالی کا عموماً اعتراف کیا گیا ہے۔ ایک مقرر کے لیے ذکاوت اور حاضر جوابی بہت ضروری ہے۔ چنانچہ ابن الجوزی میں یہ صفات بطور خاص موجود تھیں۔ ان کی حاضر جوابی کے چند واقعات کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔

۱۔ ایک مرتبہ وہ وعظ کے دوران ترکِ دنیا کی تلقین کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا۔ دنیا کی مثال نہر طالوت کی ہے۔ آدمی کو اس سے گزر جانا چاہیے۔ وہاں ٹھہرنا نہ چاہیے۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر یہ اعتراض کیا کہ آخر یہ بات کیسے ممکن ہے کیونکہ انسان کی فطرت میں حُبِ دنیا ودیعت ہے۔ اور ارشاد الٰہی ہے زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوَاتِ (خواہشات نفسانی کی محبت انسان کے لیے آراستہ کی گئی ہے) ابن الجوزی نے فوراً جواب دیا۔ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ (دنیا سے اتنا تمتع جائز ہے جتنا کہ پیاس بجھانے کے لیے نہر طالوت سے ایک چلّو پانی پینے کی اجازت بنو اسرائیل کو دی گئی تھی)[۱۴]۔

۲۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر یہ فقرہ چست کیا کہ حضرت آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات یاد کیے اور انھیں طلب مغفرت کے لیے دہرایا فتلقیٰ ادم من ربہ کلمات آپ جو یہ وعظ کہہ رہے ہیں، تو آپ کو کس نے سکھایا ہے؟ ابن الجوزی نے کہا۔ بیٹا باپ کا وارث ہوتا ہے۔ معترض سے اس کا جواب نہ بن پڑا[۱۵]۔

---

۱۱ مرآۃ۔ ج ۸، ق ۱، ص ۳۲۶ ۱۲ حیات سعدی۔ ص ۵۵

۱۳ مرآۃ۔ ج ۸، ق ۲، ص ۴۸۲ ۱۴ مرآۃ۔ ج ۸، ق ۲، ص ۴۸۹

۱۵ ایضاً ۸، ق ۲، ص ۴۹۲

۳۔ ایک بار محفلِ وعظ میں دو قاریوں نے تلاوتِ قرآن کی۔ پہلے کی آواز بڑی اچھی تھی لوگ بہت محظوظ ہوئے، مگر دوسرے قاری کی آواز سے لوگوں کو تکدر ہوا۔ تلاوت کے بعد جب ابن الجوزی وعظ کے لیے کھڑے ہوئے تو انھوں نے کہا: کسی شخص کے پاس دو باندیاں بڑی گانے والی تھیں۔ ایک کی آواز بڑی دل نشین تھی۔ جب گاتی، تو وہ شخص عالمِ انبساط میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتا۔ دوسری کی آواز اچھی نہ تھی، جب وہ گانے بیٹھتی تو بے چارہ مالک اپنے پھٹے ہوئے کپڑے سینے لگتا۔[16]

ایک مقرر کی کامیابی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ چست فقرے اور برجستہ تشبیہوں سے کام لے۔ ابن الجوزی اس صفتِ خاص میں اپنے ہم عصروں سے ممتاز تھے۔ ان فقروں کا لطف وہی اٹھا سکتا ہے، جو اچھی عربی جانتا ہو۔ تاہم چند ایسے فقرے ذیل میں دیے جاتے ہیں۔

۱۔ وعظ میں انھوں نے ایک بار کہا۔ مَنْ قَنِعَ طَابَ عَيْشُهٗ وَمَنْ طَمِعَ طَالَ طَيْشُهٗ (جس نے قناعت کی، اس کی زندگی اچھی کٹی اور جس نے لالچ کیا اس کا طیش و غصہ طویل ہوا)

۲۔ ایک بار فرمایا۔ البخل فراش الحلم والحرص فراش النار والكرم فراش المدار (بخل شرم کا بستر ہے، حرص آگ کا بستر ہے اور کرم گھر کا بستر ہے)

۳۔ ایک مرتبہ فرمایا۔ الطاعة تنشط اللسان والمعاصی تشد الانسان (طاعتِ الٰہی زبان کو گویائی بخشتی ہے اور نافرمانی انسان کو ذلیل کر دیتی ہے)

۴۔ ایک وعظ کے دوران کہا۔ آہ من واعظ اذا خطب سبقت اليه الخطاء (حیف ہے اس مقرر پر جو تقریر کرنے لگے تو خطبہ دینے کے بجائے خبط ہو جائے)

۵۔ ایک موقع پر کہا۔ الشعر اوتار الرباب يعنی عليها شيطان الشباب (شعر رباب کے تار کی طرح ہے جسے شباب کا شیطان چھیڑتا ہے)[17]

حق گوئی

ابن الجوزی کی نجی زندگی بڑی سادہ اور زاہدانہ تھی۔ وہ بہت کم آمیز انسان تھے۔ دنیاداری

---

[16] مرآۃ۔ ج ۸، ق ۲، ص ۴۹۰
[17] ایضاً۔ ص ۴۹۱

سے انھیں بالکل رغبت نہ تھی۔ ان کا زیادہ وقت ذکرِ الٰہی میں بسر ہوتا تھا۔ چنانچہ وہ ہفتہ میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ اور گھر سے جمعہ کی نماز یا مجلسِ وعظ میں شرکت کے سوا کسی غرض سے باہر نہ نکلتے تھے۔ لہو ولعب سے انھیں اجتناب تھا، اور وہ مذاق یا ٹھٹھوں میں کبھی حصہ نہ لیتے تھے۔ اسی طرح اکلِ حلال کا بڑا التزام رکھتے تھے۔ کبھی کسی کی دعوت یا تحفہ اس وقت تک قبول نہ کرتے جب تک کہ اس کے مالِ حلال ہونے کا یقین نہ ہو جائے۔ وہ اپنی وفات تک اسی روش پر قائم رہے۔ کلمۂ حق کے اظہار سے نہ چوکتے تھے اور ان کا جذبۂ حق گوئی خلفا کے حضور بھی ان کو سچ بات کہنے سے نہ روک سکتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مجلسِ وعظ میں خلیفہ سے انھوں نے یوں خطاب کیا کہ جو لوگ آپ سے یوں کہتے ہیں کہ آپ اہلِ بیت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، وہ آپ کو غفلت میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں سے وہ لوگ بہتر ہیں، جو آپ کو خوفِ خدا کی یاد دلاتے ہیں۔ کسی ظالم حاکم کو عوام پر ظلم کرنے کی کھلی چھٹی دینا اور اس سے باز پرس نہ کرنا خود بڑا ظلم ہے۔ سیدنا عمر فاروقؓ قحط کے زمانے میں فاقے کرتے تھے، تاکہ قحط زدہ لوگوں کے دکھ کا احساس ہو۔ آپ کو بھی یہ روش اختیار کرنی چاہیے [18]

قیدِ تنہائی

سخت حیرت ہوتی ہے کہ ابن الجوزی جیسا بے نفس اور پاکیزہ سیرت انسان حاسدوں کی ریشہ دوانیوں سے بچ نہ سکا۔ اور یہ حاسد ان کے ہم مذہب حنابلہ تھے۔ وہ کہا کرتے تھے "بخدا اگر امام احمد بن حنبل اور وزیر ابن ہبیرہ کا تعلق درمیان میں نہ ہوتا تو میں حنبلی مسلک سے کنارہ کش ہو جاتا۔ اگر میں حنفی یا شافعی ہوتا تو وہ لوگ مجھے اپنے سروں پر بٹھاتے" [19] ان حاسدوں کی مخالفت سے انھیں اپنی عمر کے آخری سالوں میں بڑی تکلیف اٹھانی پڑی۔ اور وہ اسّی سال کی عمر میں (۵۹۰ھ) بغداد سے بڑی ذلّت کے ساتھ واسط لائے گئے اور یہاں پانچ سال تک قیدِ تنہائی میں رکھے گئے۔ اس ابتلا کا حال سبطِ ابن الجوزی کی زبان سے سنیے [20]

---

[18] ایضاً، ص ۴۹۱ - ۴۹۲ [19] ایضاً ج ۸، ق ۱، ص ۳۲۶

[20] ایضاً - ص ۴۹۸ تا ۵۰۰

۵۹۰ھ میں خلیفہ ناصر لدین اللہ نے ابن القصاب[21] کو وزیر بنا کر عجم سے بلوایا۔ اس نے بغداد آتے ہی استاذ الدار ابن یونس کا بڑی سختی سے مواخذہ کیا اور اسے گرفتار کر لیا۔ میرے نانا (ابن الجوزی) کو ابن یونس سے تعلق خصوصی تھا۔ ان کے حریف قدیم عبدالسلام بن عبدالوہاب بن شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی نے ابن القصاب کو یہ پٹی پڑھائی کہ "ابن الجوزی ابن یوسف کا دستِ راست ہے اور اسی کی سازشوں سے ابن یونس نے میرے دادا کا مدرسہ اسے دلوا دیا اور میری کتابیں جلوا دیں۔ یہ ابن الجوزی ابوبکرؓ کی نسل میں سے ہے اور بڑا غالی ناصبی (دشمنِ آلِ علیؓ) ہے۔" چونکہ ابن القصاب شیعہ تھا۔ وہ یہ باتیں سن کر میرے نانا کا سخت مخالف ہو گیا۔ اس نے خلیفہ کے پاس ان کی شکائتیں لکھ بھیجیں اور اس سے یہ حکم حاصل کر لیا کہ ان کو عبدالسلام کے حوالے کر دیا جائے۔ ادھر تو مخالف ان سازشوں میں مصروف تھے۔ ادھر ان باتوں سے بے خبر میرے نانا اپنے مکان واقع محلہ باب الازج کے تہہ خانے میں بیٹھے ہوئے تصنیف و تالیف میں مصروف تھے سخت گرمیوں کے دن تھے اور میں (سبط ابن الجوزی) کہ اس وقت کم سن تھا، ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک عبدالسلام اپنے آدمیوں کے ساتھ گھر میں گھس آیا اور میرے نانا کو بہت برا بھلا کہا۔ گھر کے تمام اثاثے اور نانا کی تمام کتابوں کو اس نے سربمہر کر دیا۔ عبدالسلام نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ گھر کی عورتوں کو بھی گالیاں دیں اور ان کی بڑی ذلت کی۔ پھر رات کے وقت میرے نانا کو ایک کشتی میں ڈال کر واسط لے گیا۔ ان کے جسم پر پورے کپڑے بھی نہ تھے اور اسی نیم لباسی کی حالت میں انھیں واسط لے جایا گیا۔ عبدالسلام نے واسط کے سرکاری عہدیداروں سے یہ کہا کہ میرے نانا کو مطمورے[22] میں ڈال دیا جائے۔ مگر چونکہ اس ضمن میں خلیفہ کا کوئی حکم نہیں تھا، اس لیے

---

[21] ابن القصاب مؤید الدین ابوالمظفر محمد بن احمد بن قصاب عجمی الاصل تھا۔ اس کا باپ بغداد میں گوشت بیچتا تھا اس لیے ابن القصاب کہلاتا ہے۔ اس نے علم دفتری یعنی حساب، انشاء اور مراسلت میں دستگاہِ کامل حاصل کی اور دیوانِ وزارت میں ملازم ہو گیا، اور ترقی کر کے منصبِ وزارت تک پہنچا۔ (الفخری۔ ص ۲۳۰)

[22] مطمورہ۔ زیرزمین سرداب جس میں گیہوں وغیرہ چھپا کر رکھے جاتے ہیں۔ نیز زیرزمین قیدخانہ یہاں یہی مراد ہے (لوئس معلوف الیسوعی، المنجد۔ مطبعہ بیروت ۱۹۵۱ء، ص ۴۹۰)

اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ بہرکیف میرے نانا کو واسط کے علمے کے سپرد کر کے عبدالسلام بغداد چلا آیا۔ واسط کے حکام نے یہ رعایت کی کہ قید میں رکھنے کے بجائے نانا کو محلہ درب الایوان کے ایک گھر میں نظر بند کر دیا۔ اور دروازے پر ایک دربان مقرر کر دیا کہ ان کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتا رہے۔ اس وقت ان کی عمر اسّی سال تھی۔ انھیں حالت اسیری میں اپنے سارے کام خود کرنے پڑتے تھے۔ وہ اپنے کپڑے اپنے ہاتھوں سے دھوتے، خود ہی کھانا پکاتے اور کنوئیں سے پانی نکالتے تھے۔ وہ اس قید میں پانچ سال تک رہے۔ اس دوران انھیں حمام میں جانے کی اجازت نہ ملی چنانچہ پانچ سال تک وہ حمام میں داخل نہ ہو سکے۔ اس اسیری میں ان کا معمول تھا کہ روزانہ قرآن ختم کرتے۔ زمانہ اسیری میں انھوں نے اپنے بغدادی دوستوں اور متعلقین کے نام بہت سے اشعار لکھ کر بھیجے۔ ان اشعار میں سے مندرجہ ذیل شعر بھی ہیں۔

أَحِبَّةَ قلبي لو يباع رجوعكم　　　علينا لكنا بالنفوس فديناكم

(اے میرے دل کے دوستو اگر ہمارے پاس تمھاری واپسی خریدی جا سکتی تو ہم اپنی جانوں کے عوض خرید لیتے)

فَلَا تَحْسَبُوا أَنِّي نَسِيتُ وِدَادَكُمْ　　　وَإِنِّي وَإِنْ طَالَ الْمَدَى لَسْتُ أَنْسَاكُم

(یہ نہ سمجھو کہ میں نے تمہاری محبت بھلا دی ہے۔ گو مدت طویل ہو گئی ہے، مگر میں تمھیں بھولا نہیں ہوں)

قضى الله بالتفريق بيني وبينكم　　　فيا ليتنا من جملة ما عرفناكم

(اللہ کے حکم سے ہمارے درمیان جدائی ہو گئی۔ اے کاش ہم تمھیں جانتے ہی نہ ہوتے)

قید سے رہائی اور وفات

۵۹۵ھ میں انھیں رہائی ملی اور وہ بغداد واپس آ گئے لیکن یہ ایسا صدمہ تھا جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکے۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ ان کی کتابیں جو ان کی ساری زندگی کی کمائی تھیں، بڑی بے دردی کے ساتھ ضائع کی گئیں۔ عبدالسلام نے انھیں سربمہر کر دیا تھا۔ اس کے بعد ابن الجوزی کے دوسرے بیٹے ابوالقاسم علی نے جو عبدالسلام کا بڑا گہرا دوست تھا، انھیں کوڑیوں کے مول بیچ ڈالا۔ بقول سبط ابن الجوزی ان کتابوں کے اتنے دام بھی ابوالقاسم علی کو نہ ملے جتنے کہ ان میں استعمال کی گئی سیاہی پر صرف ہوئے تھے (وباعها بلا ثمن المداد) دل شکستہ ابن الجوزی ۱۲ رمضان ۵۹۷ھ کو بیمار پڑے اور پانچ دن بیمار رہ کر ۱۲ رمضان کو عشاء و مغرب

کے درمیان انھوں نے انتقال کیا۔ ان کا جنازہ جمعہ کو دن کے وقت اٹھا۔ جنازے کے ساتھ بہت بڑا مجمع تھا۔ اس پیکرِ علم و عمل کو امام احمد بن حنبل کے مقبرے کے احاطے میں سپردِ خاک کیا گیا۔ ان کی وصیت کے مطابق لوحِ مزار پر یہ اشعار کندہ کرائے گئے۔

یا کثیر العفو عمّن — کثر الذنب لدیہ

(اے اللہ تو بہت زیادہ گناہ کرنے والے کو بھی معاف کر دیتا ہے)

جاءک المذنب یرجو — الصفح عن جرم یدیہ

(تیرے حضور گنہگار آیا ہے اور اپنے گناہوں کی بخشش کا امیدوار ہے)

انا ضیف وجزاء الضیف — احسان الیہ[۲۳]

(میں تیرا مہمان ہوں اور مہمان کے ساتھ انصاف کیا جاتا ہے)

اولاد

ابن الجوزی کے تین بیٹے، ابوبکر عبدالعزیز، ابوالقاسم علی اور ابو محمد یوسف تھے۔ بڑے بیٹے ابوبکر باپ ہی کی طرح محدث اور واعظ تھے۔ عنفوانِ شباب میں ۵۵۴ھ میں انھوں نے انتقال کیا۔ کہا جاتا ہے کہ مخالفوں نے زہر دے دیا تھا۔ دوسرے ابوالقاسم علی نے بھی حصولِ علم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا اور وہ حدیث میں صاحبِ تصنیف تھے، مگر کردار کے لحاظ سے باپ کے برعکس تھے۔ جس زمانے میں ابن الجوزی قید ہوئے، ابوالقاسم علی نے ان کی ساری کتابیں بیچ ڈالیں اور باپ کے مخالفوں کے ہاتھ میں آلۂ کار بنے رہے۔ انھوں نے اسّی سال کی عمر میں ۶۳۰ھ میں وفات پائی۔ تیسرے بیٹے جو باپ کو بہت محبوب تھے اور وہی عصائے پیری تھے۔ ان کا نام ابو محمد یوسف تھا۔ ۵۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ باپ کی وفات کے وقت سترہ سال کے تھے۔ علوم متداولہ میں کمال بہم پہنچایا۔ خلفا کے ہاں اقتدار پایا اور ۶۴۰ھ میں آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کے استاذ دار مقرر ہوئے۔ باپ کا نام انھی نے روشن کیا۔ بیٹیاں کئی ایک تھیں اور سب علمِ حدیث کی عالمہ تھیں۔ ان بیٹیوں میں ایک بیٹی

---

۲۳ المرآۃ۔ ج ۸، ق ۲، ص ۵۰۰ تا ۵۰۲

کا نام رابعہ[۲۴] تھا، جن کے بطن سے علامہ شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قزاوغلی معروف بہ سبط ابن الجوزی (متوفی ۶۵۴ھ) پیدا ہوئے۔ جو بہت بڑے عالم اور نانا کے علم کے وارث تھے۔ لیکن ابن الجوزی کی ان مادی یادگاروں کے سلسلے تادیر قائم نہ رہ سکے اور ان کی جو یادگاریں ہم تک پہنچیں، وہ ان کے معنوی فرزند یعنی ان کی تصانیف ہیں۔

تصانیف

ابن الجوزی کی تصانیف کی مجموعی تعداد ڈھائی سو کے قریب ہے۔ ہم ذیل میں ان کا فن وار ذکر کرتے ہیں[۲۵]

۱۔ علم تفسیر: پندرہ کتابیں تفسیر قرآن سے متعلق لکھیں۔ جن میں مشہور زاد المسیر فی علم التفسیر ہے۔

۲۔ علم حدیث: اٹھائیس کتابیں جن میں اہم غریب الحدیث ہے۔ علم حدیث سے متعلق ہیں۔

۳۔ علم تاریخ وسیر: بارہ کتابیں ہیں، جن میں اہم المنتظم فی تاریخ الملوک والامم (دس جلدوں میں)، سلوۃ المحزون (دو جلدوں میں)، مناقب بغداد، کتاب المفاخر فی ایام الناصر اور کتاب الاعاصر فی ذکر الامام الناصر ہیں۔ حفاظ حدیث کے حالات پر بھی انہوں نے کتاب لکھی ہے۔

۴۔ علم العربیہ: نو کتابیں عربی ادب پر لکھی ہیں مشہور کتاب فضائل العرب ہے۔

۵۔ علم اصول الفقہ: بارہ کتابیں اصول فقہ کی ہیں، جن میں مشہور منہاج الوصول الی علم الاصول ہے

۶۔ فقہ: بیس کتابیں ہیں، جن میں سے اہم کتاب الانصاف فی مسائل الخلاف ہے۔

۷۔ مناقب: مناقب پر تئیس[۲۳] کتابیں ہیں، اہم مناقب عمر بن الخطاب اور کتاب شرف اصحاب الحدیث ہیں

---

[۲۴] رابعہ خاتون، ابن الجوزی کی فاضلہ بیٹی اپنی دوسری بہنوں کی طرح حدیث کی عالمہ تھیں ان کا پہلا نکاح ابوالفتح بن رشید طبری سے ہوا۔ مگر شوہر کا جلد ہی انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد دوسرا نکاح سبط ابن الجوزی کے باپ سے ہوا، جو ترک تھے (المرآۃ ج ۸، ق ۱، ص ۳۳۲)

[۲۵] المرآۃ۔ ج ۸، ق ۲، ص ۴۸۳ تا ۴۹۸

۸۔ رقائق : چوبیس کتابیں سب سے مشہور صفۃ الصفوۃ چار جلدوں میں ہے۔
۹۔ عبادات وعقائد : بتیس کتابوں میں سب سے مشہور تلبیس ابلیس ہے۔
۱۰۔ علم طب : طب پر چھ کتابیں لکھیں۔ خاص کتاب الشیب والخضاب ہے۔
۱۱۔ علم شعر : علم شعر پر دس کتابیں ہیں۔ اہم احکام الاشعار ۲ جلدوں میں ہے۔
۱۲۔ وعظ : وعظ پر ساٹھ کتابیں لکھیں ہیں سب سے مشہور کتاب الذخیرہ ہے۔

شاعری

اس تمام علمی تنوع کے ساتھ ساتھ ابن الجوزی کو فن شعر گوئی سے بھی دلچسپی تھی۔ ان کے اشعار پر وعظ و پند کا رنگ غالب ہے، مگر اس کے باوجود ان کے اکثر اشعار لطف سے خالی نہیں۔ ان میں شاعرانہ نوک جھونک بھی ہے اور تعلی بھی۔ اسی طرح دنیا کی بے ثباتی کا بھی بیان ہے اور سوز و گداز عشق کا بھی۔ اپنے حریفوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔

اذا نطقت لم ینطق علا دی بلفظۃ ... اذ ورد الضرغام لم یبلغ الذئب

(جب میں بولتا ہوں تو میرا حریف ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔ ہاں جب شیر پانی پینے گھاٹ پر آتا ہے تو وہاں بھیڑیے نہیں پہنچتے۔)

اپنے وعظ کے حسن پر تعلی کرتے ہیں

تزدحم الالفاظ والمعانی ... علی فؤادی وعلی لسانی

(ہجوم کرتے ہیں الفاظ و معانی ... میرے دل اور زبان پر)

تجری بی الافکار فی المیدان ... ازاحم النجم علی المکان

(میرے افکار مجھے میدان علم میں دوڑاتے ہیں اور میں رفعت میں ستاروں سے ہم سری کرتا ہوں)

بے ثباتی عالم کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

یا ساکن الدنیا تاھب وانتظر یوم الفراق

(اے دنیا کے باسی یہاں سے کوچ کی تیاری کر اور انتظار کرو روز فراق کا)

وابک الذنوب بسا دمع ... تنھل من سحب الماٰق

(گناہوں کو ان آنسوؤں سے دھو، جو آنکھوں کے بادلوں سے برستے ہیں)

یا من اضاع زمانہ ارضیت ما یفنی بباق

(اے وہ شخص کہ جس نے اپنا وقت گنوا دیا، کیا تو باقی کے عوض فانی پر راضی ہو گیا)

شوق و سوز و گداز عشق کا بیان ملاحظہ ہو۔

وما زال یشکو الشوق حتی کانہ تنفس من احشائہ وتکلما

(وہ شوقِ عشق کا شکوہ کرتا رہا، تا آنکہ ایسا معلوم ہوا کہ اس نے قلب و جگر کی گہرائیوں سے ٹھنڈی سانس بھری اور بات چیت کی)

ویبکی فابکی رحمۃ لبکائہ اذا ما بکی دمعاً بکیت لہ دما[۲۶]

(اور وہ روتا ہے، تو میں بھی اس پر ترس کھا کر رونے لگتا ہوں۔ وہ آنسو بہاتا ہے تو میں اس کے لیے خون روتا ہوں)

---

[۲۶] ایضاً۔ ص ۴۹۳، ۴۹۴ و ۴۹۹

مسلمانوں کے سیاسی افکار

از پروفیسر رشید احمد

مسلمان مفکروں نے سیاسی نظریہ سازی کی تاریخ میں بہت اہم ابواب کا اضافہ کیا ہے۔ اس کتاب میں مختلف زمانوں اور مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے مسلمان مفکروں اور مدبروں کے سیاسی نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں قرآنی نظریۂ مملکت کی بخوبی وضاحت کی گئی ہے جو ان سب مفکروں کے نظریوں کی اساس ہے۔ یہ کتاب بی۔اے کے نصاب میں داخل ہے۔ قیمت: چھ روپے پچاس پیسے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور